مقالات ترجمہ

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ
مولانا سیف الرحمان الفلاح ۔ بی ۔ اے

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

قرآن کریم چشمۂ ہدایت اور بھولے بھٹکے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمایا۔ اس کے نزول کے علاوہ اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کو ایک اور عظیم الشان اور بیش بہا نعمت سے نوازا۔ یعنی ان میں ایک ایسے پیغمبر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا جو تمام انبیاءؑ سے افضل اور تمام بنی نوع انسان سے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپؐ لوگوں کو اللہ کی کتاب کی آیات پڑھ کر سناتے اور ان کا مفہوم اپنے اقوال و افعال سے واضح کرتے رہے تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کو اس کے معانی اور مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ چنانچہ جب تک امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، ہدایات اور رہنمائی کی روشنی میں قرآنِ پاک کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی اور اپنی عقل اور دماغ سے اٹکل پچو نہیں لگائے اس وقت تک راہِ ہدایت پر قائم رہی، اور اتفاق و اتحاد سے مسلمانوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے ــــ لیکن جب لوگ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ اور تعلیمات سے روگردانی کر کے قرآنِ پاک کا مفہوم سمجھنے کے لیے اپنے اپنے رخشِ عقل پر سوار ہو گئے تو مذہبی خلفشار کا شکار ہو گئے اور متعدد فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر فرقے نے اپنے اپنے نظریہ اور عندیہ کے مطابق قرآنِ پاک کے مفہوم کو سمجھا اور اس میں تاویلات کا باب کھول دیا۔

چنانچہ ایک گروہ اس نظریہ کا حامل ہوا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے اور ہر انسان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ یہ گمراہ فرقہ آج بھی موجود ہے یہ اپنے

نظریے کی تائید میں قرآن پاک سے دلائل پیش کرتا ہے۔ مثلاً
"وَهُوَ مَعَكُمْ" اور "نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" وغیرہ آیات سے استدلال پکڑتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ان آیات کا مفہوم سمجھنے کے لیے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف توجہ مبذول نہیں کی۔ نیز قرآن پاک کی دیگر آیات، جو ان کے نظریہ کو باطل قرار دیتی ہیں ان پر غور وفکر نہیں کیا۔ اگر وہ قرآن پاک کی تمام آیات کو مد نظر رکھتے تو ایسا باطل اور فاسد عقیدہ ہرگز نہ رکھتے۔

چنانچہ سعودی عرب کے مایۂ ناز عالم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ — ڈائریکٹر جنرل ادارہ بحوث علمیہ، افتاء، دعوۃ اور ارشاد نے حلولیوں اور وجودیوں کے اس عقیدہ کو باطل اور فاسد قرار دیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اس کی تفصیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (المترجم)

حمد وصلوٰۃ کے بعد، مجھ سے اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے وجود میں ہے اور کوئی انسان اللہ کے وجود سے علیحدہ نہیں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ لوگ اپنے نظریے کی تائید میں کچھ قرآنی آیات بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

"مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ" (القصص: ۴۴)
"وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ" (آلِ عمران: ۴۴)
"وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ" (آلِ عمران: ۴۴)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف فرما نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ موجود تھا کیونکہ وہ ہر جگہ پر ہے۔

چونکہ اس نظریہ کے قائل نے ان آیات سے غلط مفہوم اخذ کیا ہے اور سراسر غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن وحدیث کے مطابق جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سلف صالحین کے عقیدہ کے برعکس ہے۔ بنابریں میں نے محسوس کیا کہ حق کی وضاحت کروں اور اس فاسد نظریہ کے قائل

پر جو بات مخفی رہی ہے اس کو واضح کر دوں۔

یہ عقیدہ صفاتِ باری تعالیٰ اور اسمائے الٰہی کے متعلق ہے۔ ان صفات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اپنی صفت بیان کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے جیساکہ اس کی بزرگی اور جلال کے لائق ہے۔ ان کی کیفیت اور تمثیل وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ ہی ان صفات میں تحریف و تعطیل کا کوئی دخل ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

" لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔" (الشوریٰ : ۱۱)

" اللہ کی مثل (زمین و آسمان میں) کوئی شے نہیں۔ وہ (ہر بات کو) سننے والا اور (ہر شئے کو) دیکھنے والا ہے ۔"

جو کچھ قرآنِ پاک اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو امت کے سلف کا عقیدہ ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ ان سے علیحدہ ہے۔ اور عرش پر قائم ہے۔ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کا عرش پر استواء ایسا ہے جیسا اس کی ذات کے لائق ہے۔ وہ استواء اور بلند ہونے کی صفت میں اپنی مخلوق سے مشابہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے یعنی اس کا علم اپنی مخلوق کو محیط ہے۔ ان کا کوئی معاملہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن پاک کی آیات سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اس کی عبارت بالکل واضح اور بلیغ ہے۔ صحیح احادیث بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔

قرآنِ پاک کے دلائل :

اس مسئلہ میں سب سے پہلے قرآنِ پاک کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ سورۃ فاطر میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا :

" اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۔" (الفاطر : ۱۰)

" پاکیزہ کلمات اس (اللہ) کی طرف اوپر چڑھتے ہیں اور (مومن کا) نیک عمل ان کو اوپر لے جاتا ہے ۔"

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ۔" (آل عمران : ۵۵)

" (اے عیسیٰ) میں تمہیں فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اوپر اٹھانے والا ہوں ۔"

۳۔ فرشتوں اور اہلِ ایمان کی ارواح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ إِلَيْهِ" (المعارج: ۴)

"فرشتے اور (اہل ایمان کی) ارواح اللہ کی طرف اوپر چڑھتی ہیں۔"

۴۔ سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ — الآية" (الفرقان: ۵۹)

"(زمین اور آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوقات کی تخلیق کے بعد) اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا۔ وہ (اپنی مخلوق پر) نہایت مہربان ہے۔"

۵۔ سورۂ ملک میں اپنی قوت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ" (الملك: ۱۶)

"کیا تم اس ذات سے (اللہ تعالیٰ سے) بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے۔"

۶۔ اللہ آسمان سے تم پر پتھر برسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے:

"اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا" (الملك: ۱۷)

"کیا تم اس ذات (اللہ تعالیٰ) سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر پتھروں کی بارش بھیج دے۔"

۷۔ ایک اور مقام پر اپنے استواء کا یوں ذکر فرمایا:

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طٰهٰ: ۵)

"اللہ بہت ہی مہربان ہے۔ وہ عرش پر بلند ہے۔"

۸۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتلایا کہ میرا رب آسمانوں پر ہے تو وہ کہنے لگا تم جھوٹے ہو۔ پھر اپنے وزیر ہامان کو بلا کر حکم دیا:

"يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ - اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا" (المؤمن: ۳۶-۳۷)

"اے ہامان میرے لیے ایک پختہ مکان تیار کرو تاکہ میں آسمانوں پر جانے کا راستہ پا سکوں اور وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھ سکوں لیکن میرا خیال ہے کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اس معاملہ میں جھوٹے ہیں۔" (معاذ اللہ)

سنت کے دلائل :

اس مسئلہ میں صحیح اور حسن احادیث کثرت سے وارد ہیں۔ ان کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے بنا بریں چند احادیث بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

۱۔ معراج کا واقعہ۔ چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج کے لیے تشریف لے گئے تو بیت المقدس سے اوپر آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر ساتوں آسمانوں کو عبور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

۲۔ ایک حدیث میں دم جھاڑ کا ذکر آیا ہے جو ابو داؤد نے بیان کی ہے۔ اس میں یہ دعا مذکور ہے :

" رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ "

" ہمارا پروردگار اللہ ہے جو آسمان پر ہے۔ الٰہی تیرا نام مقدس ہے۔ تیرا حکم زمین و آسمان میں چلتا ہے "

۳۔ ایک حدیث میں اعمال کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

" وَالْعَرْشُ فَوْقَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ "

" اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے۔ اور اللہ کا عرش اس کے اوپر ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو وہ اس سے پوری طرح باخبر ہے " (احمد۔ ابوداؤد)

۴۔ ایک صحیح حدیث میں ایک لونڈی کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا " اللہ کہاں ہے ؟ " اس نے جواب دیا " وہ آسمان پر ہے " پھر اس سے پوچھا " میں کون ہوں ؟ " اس نے جواب دیا " آپ اللہ کے رسول ہیں " ! آپؐ نے فرمایا " یہ مومن عورت ہے اسے آزاد کردو " (صحیح مسلم)

ان کے علاوہ اور کئی احادیث ایسی مذکور ہیں جن سے اس بات کا یقینی علم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے اور اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے جیسے اللہ نے اسے پیدا کیا۔ اہلِ عرب و عجم کا دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام میں یہی عقیدہ رہا ہے۔ ہاں البتہ جسے شیطان نے بہکا دیا اور راہِ راست سے ہٹا دیا تو وہ کہتا ہے کہ اللہ ہر جگہ پر ہے اور ہر انسان میں ہے۔

سلف کی رائے : پھر سلف صالحین کے اقوال اس مسئلہ میں اس قدر آئے ہیں کہ اگر ان تمام

کو جمع کیا جائے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں سے تجاوز کر جائیں۔ پھر کتاب اللہ میں نہ سنتِ رسول میں، نہ صحابہؓ سے نہ تابعینؒ سے اور نہ ائمہ کرامؒ سے ایسا کوئی قول ثابت ہے جو اس صریح کے خلاف ہو۔ کسی امام یا عالم سے بھی یہ بات نہیں سنی گئی کہ وہ اللہ کے آسمان پر ہو۔ انکار کرتا ہو یا یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے یا یہ کہتا ہو کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ تمام مقامات اس کے لیے برابر ہیں۔ وہ نہ مخلوق سے علیحدہ ہے اور نہ ان میں شامل

اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ :

یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ اللہ کی ذات کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے۔ اس کے برعکس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں ایک عظیم الشان خطبہ فرمایا۔ اس موقع پر صحابہ کرام رضی کا ایک جم غفیر جمع تھا۔ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپؐ صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا، "کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟" سب نے یک ہو کر کہا "ہاں"۔ پھر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا فرمایا "الٰہی! تو اس بات پر میرا گواہ رہنا"۔ آپؐ نے متعدد مرتبہ اپنی انگلی آسمان طرف اٹھائی اور اللہ سے گواہ رہنے کی درخواست کی۔

اس کی مثل اور کئی واقعات کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاس ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۴ پر ذکر کیا ہے۔

الغرض یہ فاسد اور گندہ عقیدہ جہمیہ کا ہے جو اللہ کو صفات سے معطل کرتے اور ان اہلِ بدعت کا ہے جو ان کے طریقے پر چلتے ہیں، یہ مصیبت کا باعث ہے اور اللہ کی ین تنقیص کا موجب ہے۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اس بات سے کہ ہمارے دلوں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے یا کجی پیدا ہو جائے۔

حلولیوں کے دلائل کی تردید :

اس گمراہ مذہب کے بطلان اور تردید پہ کتاب وسنت کے کافی دلائل موجود ہیں۔ ا صحیح العقل اور فطرتِ سلیمہ کا مالک انسان اس مذہب کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے، چہ جا شرعی دلائل سے اس کی تردید کی جائے۔

رہی یہ بات کہ انہوں نے مذکورۃ الصدر آیات سے استدلال پکڑا ہے، یہ بالکل

اور باطل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور دیگر واقعات پیش آئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پر تشریف فرما نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ وہاں پر موجود تھا۔ یہ نظریہ کتاب وسنت کی روشنی میں غلط ہے۔ اس نظریہ کے حامل کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ معیت کی دو قسمیں ہیں۔ معیّتِ خاصہ اور معیّتِ عامہ۔

معیّتِ خاصہ:

معیتِ خاصہ کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے:

۱۔ "إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ" (النحل: ۱۲۸)

"اللہ کی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں"

۲۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (التوبۃ: ۴۰)

(جب غارِ ثور میں کفار کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کچھ پریشانی کا اظہار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی مدد ہمارے شاملِ حال ہے۔"

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جاؤ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دو۔ فرعون سے ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ:

"إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ" (طٰہٰ: ۴۶)

"میری مدد یقیناً تمہارے ساتھ ہے۔ میں (سب باتوں کو) سنتا اور (ہر شے کو) دیکھتا ہوں"

تو مذکورہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ انبیاءؑ، صلحاء اور دیگر نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ اللہ کی مدد، نصرت اور توفیق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی فرماتا ہے اور ان کو راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهَا"

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"

اب اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعضا بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے پاک اور مبرا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء کو راہِ ہدایت پر لگاتا ہے اور اسے اچھے کاموں کی توفیق بخشتا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے:

"فِيَّ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَمْشِيْ"

"وہ میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے" (یعنی اللہ کی مدد اس کے شاملِ حال ہوتی ہے)۔

تو اس حدیث میں "كُنْتُ سَمْعَهٗ الخ" حدیث کی وضاحت ہو گئی کہ اس سے مراد اس کو توفیق دینا اور سیدھے راہ پر چلانا ہے اور جو امور اس کے غیظ و غضب کا موجب بنتے ہیں ان سے بچاتا ہے۔

معیتِ عامہ: معیتِ عامہ سے مراد کسی شے کا مکمل علم ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔

اس معیت کا ذکر قرآنِ پاک کی کئی آیات میں مذکور ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ "مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا" (المجادلۃ: ۷)

"جب کوئی تین آدمی آپس میں سرگوشی اور خفیہ بات چیت کرتے ہیں تو چوتھا ان کے پاس اللہ ہوتا ہے۔ جب پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو چھٹا ان کے پاس اللہ ہوتا ہے۔ اس تعداد سے کم یا زیادہ ہوں تب بھی اللہ ان کے ہمراہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں ہوں" (یعنی اسے ہر بات کا علم ہوتا ہے)۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

۲۔ "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ" (الحدید: ۴)

"تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ یعنی اسے تمہاری ہر بات کا علم ہے۔"

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۳۔ "فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ" (الاعراف: ۷)

"ہم اپنے علم کے ذریعے ان پر تمام واقعات کو یقیناً بیان کر دیں گے اور ہم (کسی واقعہ سے) بے خبر نہیں۔"

سورۂ یونس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

۴۔ "وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ" (یونس: ۶۱)

"آپ کوئی کام کریں یا قرآنِ پاک کی تلاوت کریں اور تم سب جو کام کرتے ہو ہمیں اس کا علم اسی وقت ہو جاتا ہے جب تم اسے شروع کرتے ہو۔"

ان کے علاوہ اور بھی ایسی کئی آیات مذکور ہیں جو اس معنی کی تائید کرتی ہیں۔

اللہ کا علم ہر شے پر حاوی ہے:

الغرض اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے۔ اس کیفیت کے مطابق جو اس کی ذات کے لائق ہے اور جو اس کے جاہ و جلال کے لیے موزوں ہے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اپنی تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور ان پر گواہ ہے۔ خواہ وہ کسی جنگل میں ہوں یا سمندر کی تہہ میں ہوں۔ رات کا سناٹا ہو یا دن کی روشنی ہو۔ کوئی گھر میں مخفی طور پر کوئی کام کرے یا سنسان جنگل میں ہو، وہ ان تمام امور اور افعال کو جانتا ہے اس کا علم سب پر حاوی ہے۔ اس کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ وہ سب کی باتیں برابر سنتا اور جانتا ہے۔ ان کی پوشیدہ سرگوشیوں اور خفیہ کارروائیوں سے بھی آگاہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ"

(ھود: ۵)

"(کافر لوگ جب اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو) وہ اپنے سینوں کو جھکا لیتے ہیں تاکہ وہ اپنی باتیں اللہ سے پوشیدہ رکھیں۔ سنو! جب وہ اپنے

اردگرد کپڑے کر لیتے ہیں (تاکہ ان کی باتوں کو کوئی سننے نہ پائے) تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان کی پوشیدہ اور ظاہر باتوں سے خوب واقف ہوتا ہے (ان کی یہ باتیں اللہ پر مخفی کیسے رہ سکتی ہیں؟) وہ تو دل کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔"

سورۂ رعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ" (الرعد: ۱۰)

"تم میں سے کوئی شخص خواہ پوشیدہ بات چیت کرے یا علانیہ کرے اللہ کے ہاں سب برابر ہیں۔ یعنی وہ سب باتوں کو سنتا اور جانتا ہے۔ رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر چلنے والے اور دن کے وقت چلنے والے (کی تمام حرکات) سے بخوبی واقف ہے۔"

سورۂ طلاق میں ارشاد فرمایا:

"لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا" (الطلاق: ۱۲)

(اللہ نے زمین و آسمان اور اس میں تمام کائنات کو پیدا کیا ہے) "تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کے علم نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے۔"

اللہ کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معیتِ عامہ کی آیات کو علم کے ساتھ بیان کیا ہے اور علم پر ہی ختم کیا ہے تاکہ اس کے بندوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس سے مراد تمام احوال اور تمام امور میں اس کا علم ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ ان کے ساتھ مختلط ہے اور ان کے وجود کے اندر ہے، اور ان کے گھروں میں ہے۔ یہ بات اللہ کی ذات کے ہرگز لائق نہیں کہ اسے ہر اچھی اور گندی جگہ پر تسلیم کیا جائے۔ یہ عقیدہ حلولیہ اور وجودیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ معیت سے مراد اللہ کا مخلوق کے ساتھ ہونا اور ان کے وجود میں شامل ہونا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہر جگہ پر موجود ہے وہ اللہ کے استواء علی العرش کے قائل نہیں۔ وہ ہر گندی اور نجس جگہ پر بھی اللہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ ان کا برا حال کرے اور ان کو ذلیل و خوار کرے۔ ائمہ سلف جیسے احمد بن حنبل،

عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابوحنیفہ بن نعمان رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کے اس فاسد عقیدہ کی پوری طرح تردید کی ہے۔ ان کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح علامہ ابن قیم رح اور حافظ ابن کثیر رح وغیرہ نے بھی پرزور ان کی تردید کی ہے۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ" کی وضاحت :

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ "وَهُوَ مَعَكُمْ" اور دیگر ایسی آیات سے مراد یہ نہیں کہ اللہ ان میں شامل ہے اور ان کے وجود میں ہے۔ یہ معنی نہ حقیقتاً مراد ہو سکتے ہیں نہ ظاہری الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں اور نہ لفظ "مع" اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ کسی امر میں اس کی موافقت اور مصاحبت ثابت ہوتی ہے اور یہ ہر موقعہ پر حسب حال ہوگی۔

ابو عمر طلمنکی :

ابو عمر طلمنکی بیان کرتے ہیں کہ :

"اہلِ سنت علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" اور اس جیسی دیگر آیات جو قرآنِ پاک میں مذکور ہیں ان سے مراد اللہ کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر عرش پر بذاتہ قائم ہے۔ جیسا کہ اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔ علمائے امت اور ائمہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ سبھی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر عرش پر بذاتِ خود قائم ہے۔

ابونصر سنجری کا بیان

ابونصر سنجری کہتے ہیں :

"ہمارے ائمہ جیسے سفیان ثوری، امام مالک، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، فضیل بن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ، سب اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش پر قائم ہے۔"

ابن عبدالبر کا عقیدہ :

ابو عمر بن عبدالبر اس مسئلہ میں اپنے عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ :

"صحابہ کرام رض اور تابعین رح جنہوں نے ان سے علم حاصل کیا اور مفہوم سمجھا سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ"

سے مراد یہ ہے کہ اللہ عرش پر قائم ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اس مسئلہ میں ان کی کسی عالم نے مخالفت نہیں کی۔"

ابن کثیرؒ کی تفسیر حافظ ابن کثیرؒ آیت "وَهُوَ مَعَكُمْ" الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

" یعنی وہ تم پر نگہبان ہے۔ وہ تمہارے افعال پر شاہد ہے۔ تم کوئی کام یا کوئی بات کسی جنگل میں جا کر کرو یا سمندر کی تہہ میں کرو یا رات کی تاریکی میں اپنے گھروں میں بیٹھ کر کرو یا باہر سنسان جنگل میں جا کر کرو، اسے سب باتوں کا پوری طرح علم ہے۔ وہ تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور جس جگہ پر تم کوئی اچھا یا برا کام کرتے ہو یا کوئی پردے کی بات کرتے ہو وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔"

جیسا کہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا:

"اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ"

(ھود: ۵)

"(کافر لوگ جب اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو) وہ اپنے سینوں کو جھکا لیتے ہیں تاکہ اپنی باتوں کو اللہ سے پوشیدہ رکھیں۔ سنو! جب وہ اپنے اردگرد کپڑا کر لیتے ہیں (تاکہ ان کی بات کوئی سن نہ سکے تو) وہ اس وقت ان کی باتوں کو جو پوشیدہ کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں سبھی جانتا ہے (ان کی باتیں اس پر مخفی کیسے رہ سکتی ہیں) اسے تو ان باتوں کا بھی علم ہے (جو ابھی تک زبان پر نہیں لائے اور) جو ابھی تک ان کے دل ہی میں ہیں"!

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ" (الرعد: ۱۰)

" تم میں سے کوئی پوشیدہ گفتگو کرے یا ظاہر کرے اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ کیونکہ وہ تمہاری ہر بات سے آگاہ ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں چلنے والے کے افعال واقوال سے اسی طرح آگاہ ہے جیسے روزِ روشن میں کام

کرنے والے کے کام سے باخبر ہے۔

"مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی" کی تفسیر حافظ ابن کثیرؒ سورۂ مجادلہ کی آیت "مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"اَیْ مِنْ سِرِّ ثَلٰثَةٍ" یعنی تین آدمیوں کی پوشیدہ اور مخفی بات چیت"

پھر آگے "اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"وہ ان پر اطلاع پانے والا ہے۔ ان کی بات چیت سنتا ہے۔ ان کی پوشیدہ سرگوشی اور مخفی باتوں کو بھی سنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے فرشتے۔ (جو ان کے اعمال لکھنے پر اللہ نے مقرر کیے ہیں) بھی لکھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کو ان کی تمام باتوں کا علم ہوتا ہے اور ان کی تمام باتوں کو سنتا ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" (التوبة : ۷۸)

"کیا ان کو اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مخفی بھیدوں سے آگاہ ہے (اس سے کسی کا بھید یا پوشیدہ بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے؟) وہ تو غیب کی باتوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ" (زخرف : ۸۰)

"کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے؟ ایسی بات ہرگز نہیں (اگر بالفرض ہم ان کی باتوں کو نہیں سنتے تو) ہمارے فرستادہ فرشتے تو ان کے پاس ہمیشہ رہتے ہیں جو ہر بات کو نوٹ کرتے ہیں۔"

علماء کا متفقہ فیصلہ:

بنا بریں تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس کے علم کے ساتھ اس کا کان بھی ان کی تمام باتوں کا احاطہ

کیے ہوئے ہے۔ اس کی آنکھ سے بھی کوئی شے اوجھل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور ان کا کوئی فعل یا کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس مسئلہ میں علمائے سلف کے اس قدر اقوال ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے۔

خلاصۂ کلام :

الغرض یہ نظریہ کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ہر جگہ ہے اور " وَهُوَ مَعَكُمْ " سے مراد اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ان کے پاس ہے اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرنا منع ہے، یہ نظریہ غلط ہے۔ جیسا کہ کافی صریح اور واضح دلائل سے اس کی تردید ہو چکی ہے۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی طرح ائمہ اور اہلِ علم کے اقوال کا ذکر بھی اوپر ہو چکا ہے۔ ان سب کا اس مسئلہ میں اجماع ہو چکا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان میں حلول کر جاتا ہے اور جو ان کے ہمنوا ہیں، سب راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور حق و صداقت کے راستہ سے دور جا چکے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک غلط بات کو منسوب کیا ہے اور معیت کے سلسلہ میں جو آیات آئی ہیں، ان کا انہوں نے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اس بات سے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے متعلق بغیر علم کے کوئی بات کہیں۔ ہم اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حق و صداقت کے راستہ پر قائم رکھے اور راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

"وَصَلَّى اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ"

ضرورتِ رشتہ :

ایک اہل حدیث مسلک کے حامل، متدین اور نیک سیرت کے حامل شخص کے لیے، جس کی ماہانہ آمدنی تقریباً پانچ ہزار ہے اور جس کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے، بیوہ یا مطلقہ کا رشتہ درکار ہے جو بچوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھا سکے۔ ذات پات یا جہیز کی کوئی قید نہیں۔ مقصدِ تزویج محض تبلیغ و تدریس دین ہے ـــــ اس پتہ پر رابطہ قائم فرمائیں۔

ص۔م۔ش معرفت اکرام اللہ ساجد کیلانی

ضلع گوجرانوالہ، براہ علی پور چٹھہ